❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت اخلاقیات
وقت 5-7 منٹ

دل کا زنا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے
وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَاتَّبَعَ ہَوٰٮہُ وَکَانَ اَمۡرُہٗ فُرُطًا(الکھف:29)
یعنی اس کی پیروی نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی ہوس کے پیچھے لگ گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔

تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو
اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اُس یار کیلئے رہ عشرت کو چھوڑ دو
لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
ورنہ خیالِ حضرتِ عزّت کو چھوڑ دو
تقویٰ کی جڑ خدا کے لئے خاکساری ہے
عفّت جو شرط دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

معزز سامعین! انسانی اَعضاء اور جوارح سے سرزد ہونے والے گناہوں کی بات مختلف تقاریر میں ہو رہی ہے۔ جسے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اَعضاء کا زنا کا نام دیا ہے۔ آج مجھے دل جو اَعضاء کی نیکیوں اور بُرائیوں کے لئے مرکزی کردار ادا کرتا ہے کی طرف سے سرزد ہونے والی بُرائیوں اور زنا کا ذکر کرنا ہے۔ انسان کا دل اُس کے جسم کا ایک اہم ترین عضو ہے بظاہر یہ ایک خون پمپ کرنے والی مشین لگتی ہے جو کہ سارے انسانی جسم میں خون کی روانی کو نہ صرف قائم رکھتی ہے بلکہ خون کی صفائی میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن اگر روحانی نظر سے دیکھا جائے تو قلب آپ کی روح کو بھی رواں رکھتا ہے اور اُس کی صفائی کا بھی باعث ہے، بُرے خیالات سے بچاتا اور نیکی کی ترغیب دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دل کو ایک نہر سے تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دل کی مثال ایک بڑی نہر کی سی ہے جس میں سے اَور چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں جن کو سُوا کہتے ہیں یا راجباہا کہتے ہیں۔ دل کی نہر میں سے بھی چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں مثلاً زبان وغیرہ۔ اگر چھوٹی نہر یعنی سُوئے کا پانی خراب اور گندہ اور مَیلا ہو تو قیاس کیا جاتا ہے کہ بڑی نہر کا پانی خراب ہے۔ پس اگر کسی کو دیکھو کہ اس کی زبان یا دست و پا وغیرہ میں سے کوئی عضو ناپاک ہے تو سمجھو کہ اُس کا دل بھی ایسا ہی ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 459)

انسانی زندگی میں بہت سی بُرائیاں آنکھ اور کان سے شروع ہوتی ہیں اور دل اُن کو فائنل کرتا ہے۔ انسان عموماً صرف ظاہری چیزوں کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے اندر پلنے والی باتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا ہوتا ہے۔ کسی ظاہری گناہ سے پہلے ایک نظر تھی جسے اجازت دی گئی، دل میں ایک خیال تھا جسے بڑھایا گیا، ایک پیغام تھا جسے روکنا چاہیے تھا۔ گناہ ایک دم نہیں آتا، وہ پہلے دماغ اور دل میں جگہ

بنتا ہے۔ نامحرم مرد کا دل ودماغ میں نامحرم عورت کا غلط خیال آنا اور نامحرم عورت کا دل ودماغ میں نامحرم مرد کا غلط خیال آنا، دل ودماغ کا زنا ہے۔ کچھ دل ایسے ہوتے ہیں جو ہمیشہ گناہ کی طرف مائل رہتے ہیں۔ وہ دل گناہ کو سوچتے ہیں اور گناہ میں مصروف رہتے ہیں۔

سامعین! جو آیت مَیں نے آغاز میں تلاوت کی ہے اُس کے تحت یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب دل غافل ہوتا ہے تو یہ بندے کو خدا تعالیٰ سے دُور کر دیتا ہے اور بندہ ربّ کی یاد سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کی عبادت سے لاتعلق ہو جاتا ہے۔ غفلت ایک پردہ اور حجاب ہے۔ اُس کا دل اپنے ربّ کی عبادت سے دُور ہے۔ اس کے حضور سجدہ ریزی سے محروم ہے، اس کا جسم ہر جگہ ناچتا، کودتا ہے مگر ربّ کی بارگاہ میں جھکتا نہیں، وہ ہر دنیوی مجلس میں جاتا ہے مگر دینی مجلس میں آنے پر مائل نہیں ہوتا۔ وہ اپنے تعلق کے ہر رشتے کو یاد کرتا ہے مگر جس سے اُس کا تعلق سب سے زیادہ ہے اسی ذات کو یاد نہیں کرتا، اُسے اپنے ایک اچھے دوست کی دوری یا اُس کی کمی تو محسوس ہوتی ہے لیکن اُسے اپنے ربّ کی کمی یا اُس کی دوری محسوس نہیں ہوتی۔ یہ ایک بہت افسوسناک حالت ہے۔ اَور جب انسان اللہ سے غافل ہوتا ہے تو وہ اپنے ربّ کی پیروی کو چھوڑ کر اپنے نفس کی پیروی شروع کر دیتا ہے، پہلے نفس تابع ہوتا ہے اور غفلت کی صورت میں نفس حاکم بن جاتا ہے۔ پہلے نفس کو حکم دیا جاتا ہے اور نفس اس کو بجا لاتا ہے۔ اب دوسری صورت میں خود نفس حاکم بن جاتا ہے اپنی خواہش کی پرستش شروع کر دیتا ہے۔ اپنی نفس کو معبود بنا لیتا ہے۔ ایسے لوگوں کے دل اللہ کے حکم کی پیروی نہیں کرتے بلکہ اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ اپنے اپنے وجود میں حاکم ہیں اور اپنے رب کو نہیں مانتے۔ انہوں نے اپنے نفس کو اپنا حاکم بنالیا ہے۔ یہ اللہ کے حکم کو قانون نہیں مانتے۔ یہ اپنے نفس کی خواہش کو قانون جانتے ہیں۔ ان کا مقصود مولا کی رضا نہیں ہے بلکہ اپنے نفس کی خواہش کی تکمیل ہے۔ ان کے نفس نے ان کو بُرائی میں جکڑ رکھا ہے۔

دل بھی مجرم بنتے ہیں، دل بھی جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، انسانی اعضاء اور جوارح سے کوئی عمل صادر ہوتا ہے وہ دلوں کو مجرم بنا دیتا ہے۔ جرم کا ارتکاب تو انسان کے دوسرے اعضاء وجوارح کرتے ہیں مگر اس کا اثر دلوں پر مرتب ہوتا ہے جس کی وجہ سے دل گنہگار ہوتے ہیں اور دل مجرم ہوتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا وإِنَّ فِی الجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ القَلْبُ

(صحیح البخاری:52)

یعنی سن لو بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو سارا بدن درست ہوگا اور جب وہ بگڑا تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، سن لو وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔

اِس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں:

”انسان کے تمام اعمال کا منبع اس کا دل ہے اگر انسان کے دل میں نیک اور پاکیزہ جذبات ہوں گے تو اس کے سارے اعمال لازماً نیکی کے رستہ پر چلیں گے لیکن اگر دل کے جذبات ناپاک اور گندے ہوں گے تو اعمال بھی لامحالہ گندے رستہ پر پڑ جائیں گے کیونکہ دل کے جذبات بیج کا رنگ رکھتے ہیں اور عمل وہ درخت ہے جو اس کے بیج سے پیدا ہوتا ہے۔ پس اصلاح کے لئے اصل فکر دل کی ہونی چاہیے...... نیک اعمال کے لئے علیحدہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ دل کا تقویٰ خود بخود عمل صالح کا درخت اُگانا شروع کر دے گا لیکن اگر دل خراب ہے تو پھر عمل کا درخت اوّل تو اُگے گا ہی نہیں اور اگر اُگے گا تو فوراً ہی ٹھٹھر کر ختم ہو جائے گا...... حق یہی ہے کہ انسان کا دل اُس کے تمام نیک اعمال کا منبع اور مَولَد ہے۔ اگر دل ٹھیک ہو تو ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور آنکھ کے اعمال خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن اگر دل گندہ ہو تو انسان کے ہر عمل میں گندگی اور نجاست کی بو پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔“

(چالیس جواہر پارے صفحہ 115-116)

لہٰذا اگر دل پاک ہو تو اُس میں بُرائی کا خیال بھی نہیں آتا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ

حضرت ابو امامہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک انصاری نوجوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دیجیے۔ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر اُسے ڈانٹنے لگے کہ کیسی نامناسب بات کر رہا ہے اور اسے پیچھے ہٹانے لگے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنے قریب بلایا۔ وہ جب آپؐ کے قریب ہو کر بیٹھ گیا تو آپؐ نے اس سے پوچھا۔ یہ بتاؤ کہ کیا تمہیں اپنی ماں کے لیے زنا پسند ہے؟ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپؐ پر قربان کر دے۔ آپؐ نے فرمایا اسی طرح باقی لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے اس بُرائی کو پسند نہیں کرتے۔ پھر آپؐ نے پوچھا کہ کیا تم اپنی بیٹی کے لیے اس بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔ پھر آپؐ نے علیٰ ہٰذا القیاس اپنی بہن، اپنی پھوپھی، اپنی خالہ کے لیے اس بدی کو پسند کرنے

متعلق پوچھا۔ اس نے کہا۔ نہیں! اللہ کی قسم! مَیں کبھی پسند نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپؐ پر قربان کر دے۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر لوگ اپنی بہنوں، پھوپھیوں اور خالاؤں کے لیے بھی اس بُرائی کو پسند نہیں کرتے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان پر اپنا دست شفقت رکھا اور دعا دی۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ

اے اللہ! اس نوجوان کی غلطی معاف کر دے۔ اس کے دل کو پاک کر دے۔ اسے باعصمت بنا دے۔

حضرت ابو امامہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ اس نوجوان پر آپؐ کی اِس عمدہ نصیحت کے ساتھ دعا کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ اس نے بدکاری کا خیال ہی دل سے نکال دیا اور پھر کبھی اس طرف اُس کا دھیان نہیں گیا۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر 22564)

اس لیے دل کے گناہ اور زنا سے بچنے کے لیے دعائیں بھی کرتے رہنا چاہیے۔

حضرت وابصہ بن معبد بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مَیں آپ سے نیکی اور گناہ کے بارہ میں ہر بات پوچھنا چاہتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم مجھ سے نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ مَیں نے عرض کیا جی حضور! آپؐ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کیا اور ان کے ساتھ میرے سینہ کو ٹھکورنے لگے اور فرمانے لگے اے وابصہ! اپنے دل سے تین بار پوچھ۔ کامل نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل اور تیرا جی مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تیرے لئے اضطراب کا موجب بنے اگرچہ لوگ تجھے اس کے جواز کا فتویٰ دیں اور اسے درست کہیں۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 138 حدیث نمبر 110)

نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"شرم وحیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے اور فحش گوئی سخت دلی سے ہے اور سخت دلی آگ میں ہے۔"

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی الحیاء)

حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دل کو بھی گناہوں کا زنگ لگتا ہے۔ جس طرح لوہے کو پانی سے بچانا ضروری ہے، دل کو گناہوں سے بچانا ضروری ہے۔ ورنہ اگر زنگ لگتا رہے لگتا رہے تو دل غائب ہو جاتا ہے اور زنگ ہی زنگ رہ جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال بھی دی ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو دل پر ایک دھبّہ پڑ جاتا ہے، اگر توبہ کر لے تو صاف ہو جاتا ہے، نہیں تو جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو ایک دھبّہ ساتھ اور پڑ جاتا ہے۔ توبہ کرتا جائے تو دھبّے صاف ہوتے جاتے ہیں، توبہ نہ کرے اور گناہ کرتا جائے تو دھبّے پڑتے پڑتے پورے دل کو گھیر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ (البقرہ 89) ہمارے دل مجسّم پردہ ہیں۔ دلوں پر گناہوں کے غلاف چڑھ جاتے ہیں، پھر دل کوئی بات سنتا نہیں ہے۔ اس کو قرآن پاک نے کہا ہے "ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ" (البقرہ:74)۔ جب دلوں کو گناہ گھیرے میں لے لیتے ہیں اور کسی خیر کے اندر جانے کا راستہ نہیں رہ جاتا تو دل سخت ہو جاتے ہیں۔

پُرانے زمانے میں ایسی چیزیں کھلے عام نہیں تھیں جو گناہ کی دعوت دیتیں لیکن اِس زمانے میں تو گناہ اور بُرائی خود سے ہمارے دِلوں اور زندگیوں میں گھسی جاتی ہے، صِرف ایک نظر اُٹھایئے، اپنی اُنگلیوں اور زُبان کو تھوڑی سے حرکت دیجیے، گناہ کا سامان میسّر ہو جاتا ہے اور ایمان میں کمزور لوگوں کا دل اُس گناہ کی جانب جھکتا ہے۔ پس یاد رکھیے کہ دِلوں کی سختی جو کہ ایمان کی کمزوری کا بڑا سبب ہے، اِس سختی کے بڑے اسباب میں سے ایک سبب ایسے ماحول و مُعاشرے میں رہنا ہے جس میں گناہ کی کثرت ہو اور اگر گناہ سرعام ہو تو یہ دوہری مصیبت ہے۔ اِس کمزوری سے بچنے کے لیے سب سے اہم طریقہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذِکر ہے کیونکہ اللہ کا ذِکر، اللہ کی محبت اور اللہ سے خوف اور اللہ کے تقویٰ کو زندہ رکھتا ہے، مضبوط کرتا ہے، جو اِیمان میں اضافے اور اُس کی مضبوطی کا سبب بنتا ہے اور اللہ کے ذِکر کا سب بڑا اور بہترین اور مؤثر ترین ذریعہ اللہ کی کتاب قران کریم کا تدبّر کے ساتھ مُطالعہ ہے۔ توحید پر کامل یقین ہے۔ دنیا میں آفات وحوادث دین وایمان کی شفاف سطح پر جو گرد وغبار کی تہہ جما دیتے اور

ہوا و ہوس کا گند مند بھر دیتے ہیں ایسے میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اس گندگی سے دل کو پاک کر دیتا ہے، اس لئے کلمہ طیبہ کے کثرت سے پڑھنے کا حکم ہے تاکہ ایمان کی تجدید کا سامان ہوتا رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" زنا کے قریب مت جاؤ یعنی **ایسی تقریبوں سے دور رہو جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو** اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو۔ جو زنا کرتا ہے وہ بدی کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ زنا کی راہ بہت بُری راہ ہے یعنی منزل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخری منزل کے لیے سخت خطرناک ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 342)

پھر آپؑ نے فرمایا۔

"انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔ تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خط وخال ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی امانتوں اور ایمانی عہدوں کی حتی الوسع رعایت کرنا اور سر سے پیر تک جتنے قویٰ اور اعضاء ہیں جن میں ظاہری طور پر آنکھیں اور کان اور ہاتھ اور پیر اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں ان کو جہاں تک طاقت ہو ٹھیک ٹھیک محلِ ضرورت پر استعمال کرنا اور ناجائز مواضع سے روکنا اور ان کے پوشیدہ حملوں سے متنبّہ رہنا اور اسی کے مقابل پر حقوق عباد کا بھی لحاظ رکھنا یہ وہ طریق ہے جو انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 209-210)

پھر فرماتے ہیں کہ:

"ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے۔ بے محابا نظر اُٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کے لئے اس تمدّنی زندگی میں غضِّ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آ جائے گی۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 444)

سامعین! اپنے جذبات کو اور اپنے دل کو کنٹرول کرنا ہی اصل میں بُرائی اور زنا سے بچاتا ہے اور اُس کا ایک حل اپنی عبادت کو بڑھا دینا بھی ہے۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک دوست کسی کام کے لیے مجھے اپنے گاؤں لے گیا اور جب شام ہوئی تو اس نے اصرار کیا کہ آج رات آپ ہمارے یہاں ہی ٹھہریں۔ چنانچہ اس کی خواہش پر رات مَیں وہیں رہ پڑا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس دوست کو کسی ضروری کام کے لیے رات اپنے گھر سے باہر جانا پڑا۔ مگر جاتے ہوئے اس نے گھر میں میری مہمانداری کے متعلق مناسب تلقین کر دی۔ جب وہ گھر سے باہر چلا گیا تو اس کی بیوی نے جو خوبصورت اور نوجوان عورت تھی مجھے آواز دی کہ مَیں آپ کے جسم کو دبانے کے لیے اندر آنا چاہتی ہوں۔ کیا اجازت ہے؟ مَیں نے کہا۔ غیر محرم مرد کو ہاتھ لگانا سخت گناہ ہے اس لیے آپ اپنے کمرہ میں ہی رہیں اور میرے پاس آنے کی جرأت نہ کریں۔ اس پر اس عورت نے پھر اپنی غلطی پر اصرار کیا اور مَیں نے پھر وہی جواب دیا۔ آخر جب مَیں نے یہ محسوس کیا کہ یہ عورت اپنے بدارادہ سے باز نہیں آئے گی تو مَیں نے وضو کر کے پاس ہی مصلّا پڑا تھا اس پر نماز پڑھنی شروع کر دی اور نماز کے رکوع وسجود کو اتنا لمبا کیا کہ مجھے اسی حالت میں صبح ہو گئی۔ اس کے بعد مَیں نے صبح کی نماز ادا کی تو اس وقت مجھے اتنی نیند آئی کہ مَیں جائے نماز پر ہی سو گیا اور سوتے ہی خواب میں دیکھا کہ میرا منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہے اور ایک فرشتہ نے مجھے بتایا کہ یہ تمام فضل تیرے اس مجاہدہ نفس اور خشیۃ اللہ کی وجہ سے ہوا ہے اور اس وجہ سے کہ آج رات تو نے تقویٰ شعاری سے گزاری ہے۔

(حیات قدسی صفحہ 92-93)

سامعین! اسی طرح ایک اَور واقعہ بیان کرتا ہوں کہ شیطان کس طرح انسان کے دل میں بُرے خیالات ڈالتا ہے اور ایک مؤمن میں اگر خدا کا خوف ہو تو وہ اُن بُرے خیالات سے بچنے کے لیے کیا کچھ کرتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ ایک مرتبہ لاہور میں کسی رئیس کے مکان پر بطور مہمان اُترے ہوئے تھے۔

آج کل کی طرح اُس زمانہ میں بھی شہر کے معزز گھرانوں کی نوجوان لڑکیاں مغرب سے ذرا پیشتر سیر کے لیے دریائے راوی پر جایا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ سخت آندھی اور بارش کے طوفان نے انہیں ایک دوسرے سے جُدا کر دیا۔ ان لڑکیوں میں اس رئیس کی لڑکی بھی تھی جس کے ہاں حضرت حکیم الامتؓ قیام فرماتے۔ وہ لڑکی پھرتی پھراتی کسی نہ کسی طرح شاہی مسجد میں پہنچ گئی۔ رات ہو چکی تھی۔ ایک یتیم غریب اور نادار لڑکا مسجد کے حجرہ میں صف پر بیٹھا ہوا مٹی کا دیا جلا کر مصروف مطالعہ تھا کہ وہ لڑکی اس کے پاس گئی اور بتایا کہ مَیں فلاں رئیس کی لڑکی ہوں۔ مجھے اپنے گھر کا راستہ نہیں آتا۔ اگر تم مجھے میرے گھر پہنچا دو تو تمہاری بڑی مہربانی ہو گی۔ اس لڑکے نے

کہابی بی! مَیں ایک طالبعلم ہوں اور باہر سے آیا ہوا ہوں۔ مَیں تو اِس شہر کی کسی باسی کو بالکل نہیں جانتا۔ اس لیے افسوس ہے کہ مَیں اس معاملہ میں آپ کی کوئی امداد نہیں کر سکتا۔

اب وہ لڑکی پریشانی کے عالَم میں سوچنے لگی کہ اندھیری رات ہے اور ہُو کا عالَم! بارش بھی تھمنے میں نہیں آتی۔ جائے تو کہاں جائے! اس کی یہ حالت دیکھ کر اس شریف لڑکے نے کہا۔

بی بی! فکر نہ کرو۔ چند گھنٹے رات باقی رہ گئی ہے مَیں تو مصروفِ مطالعہ ہوں آپ میری چارپائی پر سو جایئے۔ نماز فجر کے لیے لوگ آئیں گے جو شخص آپ کے ابا کو جانتا ہوگا اس کے ساتھ آپ گھر چلی جائیں۔ اس لڑکی کی حالت یہ تھی کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ مجبوراً اس غریب طالب علم کی چارپائی پر اُسے لیٹنا پڑا۔

اُدھر اس لڑکے کی اس خوبصورت امیر زادی پر نگاہ پڑی۔ شیطان نے اس کے شہوانی قویٰ میں ایک تلاطم برپا کر دیا۔ مگر تھا وہ نیک اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا۔ اس نے سوچا کہ اس بُرے راستہ کو اگر مَیں نے اختیار کر لیا تو پھر خدا تعالیٰ کو کیا جواب دُوں گا؟ مزید برآں جہنم کی آگ بھی برداشت کرنا پڑے گی۔ کیا میرے اندر یہ طاقت موجود ہے کہ مَیں جہنم کی آگ برداشت کر سکوں؟ یہ وہ باتیں تھیں کہ جن کے سوچنے میں وہ محو تھا۔ معاً اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس دیے کی لاٹ پر ذرا اُنگلی رکھ کر تو دیکھوں۔ کیا مَیں اُسے برداشت کر سکتا ہوں؟ چنانچہ اُس نے فوراً اپنی ایک اُنگلی اس لاٹ پر رکھ دی۔ مگر بھلا اس آگ کی برداشت کیسے ہو سکتی تھی۔ ابھی بمشکل ایک لحظہ ہی گزرا ہوگا کہ فوراً انگلی واپس کھینچ لی۔ اور یہ خیال کر کے کہ جب مَیں اس معمولی سی آگ کو برداشت نہیں کر سکتا تو جہنم کی آگ کو جو اس سے ستّر گُنا شدّت میں زیادہ ہو گی، کیسے برداشت کر سکوں گا، پھر مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔ مگر ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ شیطان نے پھر اس کے دل میں بدی کی تحریک کی مگر فرشتہ بھی اس کی نیک فطرت سے واقف تھا۔ اس نے پھر رکاوٹ ڈالی اور اُسے مجبور کیا کہ اگر پہلے تجربہ سے سبق حاصل نہیں ہوا تو پھر دیے کی لاٹ پر اُنگلی رکھ کر دیکھ لو۔ اگر برداشت کر گئے تو پھر اس خیال کو دل میں لانا۔ ورنہ خدا سے ڈرو۔ چنانچہ اس مرتبہ اس نے دُوسری انگلی دیے کی لاٹ پر رکھی مگر بھلا آگ کی برداشت کیسے ہو سکتی تھی فوراً ہاتھ واپس کھینچنا پڑا اور پھر مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔ غرض یہ نیکی اور بدی کی کشمکش رات بھر جاری رہی اور اس نوجوان نے اپنے نفس کو بدی کے ارتکاب سے روکنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھوں کی دسوں انگلیاں جلا دیں۔

خدا خدا کر کے رات گزری۔ فجر کی اذان ہوئی۔ نمازی آئے اور وہ لڑکی اپنے گھر پہنچا دی گئی۔ والد کو جب اپنی لڑکی کی زبانی اس لڑکے کی حرکات کا علم ہوا تو اس نے اپنے جلیل القدر مہمان حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اُس لڑکے کو بُلا کر اس سے دریافت کرنا چاہیے کہ اُس نے اپنی دسوں اُنگلیاں کیوں جلائیں؟ لڑکے سے جب پوچھا گیا تو اُس نے سارا ماجرا کہہ سُنایا۔

(حیات نور صفحہ 67-70 طبع 2003ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”خدائے تعالیٰ نے خلق احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کے لئے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاک دامن رہنے کے لئے پانچ علاج بھی بتلا دیے ہیں۔ یعنی یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا، کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا، نامحرموں کے قصّے نہ سننا اور ایسی تمام تقریبوں سے جن میں اس بد فعل کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا۔ اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ۔

اس جگہ ہم بڑے دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ تعلیم ان سب تدبیروں کے ساتھ جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام ہی سے خاص ہے اور اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیّر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اس کے جذبات شہوت محل اور موقع پا کر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے۔ یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے خدائے تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلّف دیکھ تو لیا کریں اور ان کی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں اور ان کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اور ان کے حسن کے قصّے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں۔ نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور ان کی خوش الحانی کی آوازیں اور ان کے حسن کے قصّے نہ سنیں۔ نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے۔ بلکہ ہمیں چاہئے کہ ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے، تا ٹھوکر نہ کھاویں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔ اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔“ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 343-344)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

”انسان جب ایک گناہ کرتا ہے تو اسے دوسرے کے واسطے بھی تیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ ایک گناہ دوسرے کو بلاتا ہے اور اسی طرح ایک نیکی دوسری نیکی کو بلاتی ہے۔ دیکھو! بد نظری ایک گناہ ہے۔ جب انسان اس کا ارتکاب کرتا ہے تو دوسرے گناہ کا بھی اُسے ارتکاب کرنا پڑتا ہے اور زبان کو بھی اس طرح شامل کرتا ہے کہ کسی سے دریافت کرتا ہے کہ یہ عورت کون ہے۔ کس جگہ رہتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب زبان بھی ملوث ہوئی اور ایک دوسرا شخص بھی اور جواب سننے کی وجہ سے کان بھی شریک گناہ ہوگئے۔ اِس کے بعد اس کے مال اور روپیہ پر اثر پڑتا ہے اور اِس گناہ کے حصول کے واسطے روپیہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ غرض ایک گناہ دوسرے کا باعث ہوتا ہے۔ پس مسلمان انسان کو چاہئے کہ ایسے ارادوں کے ارتکاب سے بھی بچتا رہے اور **خیالاتِ فاسدہ کو دل میں ہی جگہ نہ پکڑنے دے اور ہمیشہ دعاؤں میں لگا رہے۔**“

(خطبات نور صفحہ 343)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”انجیل کہتی ہے کہ تو کسی عورت کو بد نظری سے نہ دیکھ لیکن قرآن کہتا ہے کہ تو کسی نامحرم عورت کی طرف نظر اٹھا کر ہی نہ دیکھ۔ **کیونکہ وہ کشش جو انسان کے دل میں لغزش پیدا کرتی ہے۔ جب اس کے لئے راستہ کھول دیا جائے تو حفاظت ناممکن نہیں تو نہایت مشکل ضرور ہو جاتی ہے۔** اس حکمت کے ماتحت اس جگہ فرمایا ہے کہ تم گناہ کے مقام سے اتنی دور کھڑے رہو کہ جہاں سے تم بدی کا مقابلہ کر سکو۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ تو بزدلی ہے۔ مگر یہ بزدلی نہیں یہ تو احتیاط ہے اور احتیاط کو کوئی عقلمند بزدلی نہیں کہتا۔“

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 336)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر گناہ کا تعلق شیطانی وسوسہ سے ہے اور شیطان یہ وسوسے انسان کے دل اور سینہ میں پیدا کرتا ہے۔ **گویا تمام روحانی بیماریوں کا مصدر انسان کا سینہ یا اس کا دل ہے** کیونکہ شیطانی حربوں اور حیلوں اور تدبیروں کی آماجگاہ صدر انسانی ہی ہے اور روحانی ترقیات کے لئے پہلے سینہ و دل کی صفائی اور صحت و سلامتی بہت ضروری ہے کیونکہ بیمار سینہ و دل کفر کے لئے کھل جاتا ہے اور ایمان کے لئے مقفّل ہو جاتا ہے۔“

(خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 397)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”آنکھ وہ سرحد ہے جہاں خیانت کا دفاع ہونا چاہئے۔ **اگر آنکھ سے خیانت کا دفاع ہو جائے تو دل کا حال صاف ہی رہتا ہے دل پاکیزہ رہتا ہے اور اُس کو پھر کسی قسم کا خطرہ در پیش نہیں ہوتا۔** تو کتنی لطافت کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اِس مضمون کو بیان فرمایا کہ آنکھوں کی حفاظت کرو۔ آنکھوں سے خیانت شروع ہوتی ہے وہ دل میں اُترتی ہے، وہاں پناہ لے لیتی ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ میرے دل کا حال تو کسی پر روشن نہیں ہے۔ کیسے کوئی سمجھے گا کہ مَیں نے کیا سوچا اور کیا نیت باندھی؟ فرمایا اللہ جانتا ہے، وہ خیانت کے آغاز سے لے کر اس کے انجام تک تمام مراحل سے واقف ہے اور پوری طرح اُن تمام منازل سے واقف ہے جن سے نیتیں گزر کر بدی کا روپ ڈھالتی ہیں اور پھر دنیا میں مصیبتیں اور دکھ پھیلا دیتی ہیں۔

(خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 805)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آج کل کے زمانے میں تو میڈیا نے اس کے پھیلانے کی تمام حدیں توڑ دی ہیں اور ان حالات میں تو ہمیں اپنے آپ کو بھی اور اپنی نسلوں کو بچانے کے لیے خاص کوشش کرنی ہوگی۔ گندی فلمیں دیکھنا گندے خیالات دل میں پیدا کرنا یہ بھی زنا کی قسمیں ہیں اور یہ میڈیا آج کل کرتا ہے جو یہ چیزیں انسان کو بُرائیوں اور فحشاء میں دھکیلتی چلی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَسَآءَ سَبِیۡلًا (بنی اسرائیل:33) اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یقیناً یہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔“

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ قادیان 2022ء)

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں کہ

”حدیث (إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ) میں جو قلب کا لفظ بیان ہوا ہے اس سے دل اور دماغ دونوں مراد ہیں جنہیں انگریزی میں ہارٹ (Heart) اور مائنڈ (Mind) کہتے ہیں کیونکہ قلب کے لفظی معنی کسی نظام کے مرکزی نقطہ کے ہیں اور دل اور دماغ دونوں اپنے اپنے دائرہ میں جسمانی نظام کا مرکز ہیں۔ دماغ ظاہری احساسات کا مرکز ہے اور دل روحانی جذبات کا مرکز ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس جگہ قلوب اور اعمال کا لفظ استعمال کر کے اشارہ فرمایا ہے کہ بے شک جسمانی حسن اور ظاہری مال و دولت بھی خدا کی نعمتیں ہیں اور انسان کو اُن کی قدر کرنی چاہیے لیکن وہ چیز جس کی طرف خدا کی نظر ہے انسان کا قلب اور اُس کے اعمال ہیں لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جمال و مال اور دنیا کی دوسری نعمتوں پر فخر کرنے کی بجائے اپنے دل و دماغ کی اصلاح اور اپنے اعمال کی درستی کی فکر کرے۔“

(چالیس جواہر پارے صفحہ 35)

اللہ تعالیٰ بندوں کے دل اور دماغ کو دیکھتا ہے کیونکہ یہی دونوں انسانی جذبات اور خیالات کا مرکز ہیں اور انہی کی وجہ سے اچھے اور بُرے اعمال ہوتے ہیں۔ اس لیے دل اور دماغ کی اصلاح اُس کی جسمانی اور روحانی ترقی کے لیے بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں کہ

”جس قوم کے افراد کو یہ نعمت حاصل ہو جائے یعنی اُن کا دل اور اُن کا دماغ اور اُن کے ہاتھ پاؤں ٹھیک راستہ پر چل پڑیں اُس کی ترقی اور اُس کے لیے نعمتوں کے حصول کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔“

(چالیس جواہر پارے صفحہ 36)

حضرت مرزا بشر احمدؓ فرماتے ہیں:

”حق یہ ہے کہ جب تک انسان کا دل اور اُس کی زبان اور اُس کے جوارح یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کسی عمل کے بجالانے میں برابر کے شریک نہ ہوں وہ عمل کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ دل میں سچی نیت ہو، زبان سے اس نیت کی تصدیق ہو اور ہاتھ پاؤں اس نیت کے عملی گواہ ہوں تو تب جا کر ایک عمل قبولیت کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں سچی نیت نہیں تو وہ منافق ہے۔ اگر اس کی زبان پر اس کی نیت کی تصدیق نہیں تو وہ بزدل ہے اور اگر اس کے ہاتھ پاؤں اس کی بیان کردہ نیت کے مطابق نہیں تو وہ بدعمل ہے۔“

(چالیس جواہر پارے صفحہ 32)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مؤمنین کو شیطان کے حملوں سے بچانے کی کس قدر فکر ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنے صحابہ کو شیطان سے بچنے کی دعائیں سکھاتے تھے اور کیسی جامع دعائیں سکھاتے تھے، اس کا ایک صحابی نے یوں بیان فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھلائی کہ **اے اللہ! ہمارے دلوں میں محبت پیدا کر دے۔ ہماری اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر نور کی طرف لے جا اور ہمیں ظاہر اور باطن فواحش سے بچا۔ اور ہمارے لئے ہمارے کانوں میں، ہماری آنکھوں میں، ہماری بیویوں میں اور ہماری اولادوں میں برکت رکھ دے اور ہم پر رجوع برحمت ہو۔ یقیناً تُو ہی توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا اور ان کا ذکر خیر کرنے والا اور ان کو قبول کرنے والا بنا اور اے اللہ! ہم پر نعمتیں مکمل فرما۔**

(سنن ابو داؤد کتاب الصلاۃ باب التشھد حدیث 969)

پس یہ دعا ہے جو دنیاوی غلط تفریح سے بھی روکنے کے لئے ہے۔ دوسری ہر قسم کی فضولیات سے روکنے کے لئے ہے۔ شیطان کے حملوں سے روکنے کے لئے ہے۔ لہٰذا اگر انسان کے دل میں گناہ سے نفرت ہو جائے اور پھر اصلاح کی طرف قدم بڑھنا شروع ہو جائے تو آہستہ آہستہ تمام بُرائیاں دور ہو جاتی ہیں۔

(بتعاون: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)